مقبول ترین قومی ایوارڈ یافتہ کثیر الاشاعت میگزین
ماہ نامہ
آبِ حیات
لاہور
Anniversary
19
واں سال
مسلسل اشاعت
MUBARAK
قیمت 20 روپے
جلد 19/ شمارہ 07/ جولائی 2019ء/ ذیقعد 1440ھ
Sunan An-Nasa'i
شانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نمبر
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا
محمود الرشید
عباسی حدوٹی صاحب حفظہ اللہ
مہتمم
جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور
مدیر اعلیٰ
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب حفظہ اللہ
مہتمم جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور
خلیفہ مجاز
پیر طریقت عارف وقت حضرت اقدس
شاہ ڈاکٹر عبد المقیم
صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ مجاز
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر
صاحب رحمۃ اللہ علیہ
ادارہ آبِ حیات ٹرسٹ لاہور
غوث گارڈن 2 جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ
رابطہ نمبرز 0300-0321-9458876

جلد ⑲ شمارہ ⑦ جولائی ۲۰۱۹ ذیقعدہ ۱۴۴۰ھ

جولائی ۲۰۱۹ء

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شجاعت و بہادری	۳
وزیر اعظم پاکستان اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین	۴
قرآن اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین	۲۳،۲۵
مہاجرین اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین	۳۲
مہاجرین و مجاہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سچے مومن اور مغفور	۳۵
بیعت رضوان اور رضائے رحمان	۳۶
تقویٰ اور صداقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پہچان	۳۹
مہاجرین اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے جنت اور فوز عظیم	۴۰
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معتدل امت	۴۳
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بہترین امت	۴۴
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انتخاب خداوندی	۴۵
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب جنتی	۴۸

صَحَابَہ کَرَام
رضوان اللہ علیہم اجمعین
کی
شُجَاعَت وبَہادری
وزیراعظم پاکستان جناب عمران خان نیازی نے اپنی ایک نشری تقریر میں حضرات صحابہ کرامؓ کو ہدفِ تنقید بنایا، جس سے اندازہ ہوا کہ ایک اسلامی ملک میں اتنے بڑے منصب پر فائز شخص کا ان عظیم ہستیوں کے بارے میں کیسا سطحی مطالعہ ہے، یہ تحریر وزیراعظم کے مطالعہ میں اضافہ اور ان کے ایمان کو درست سمت دینے کے لیے تحریر کی گئی ہے۔

تحریک انصاف پاکستان اور اس کے بانی لیڈر جناب عمران خان کو ایوانِ اِقتدار میں لانے والی خلائی مخلوق پر اس لیے تعجب ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ایک اردلی، ایک بٹ مین، ایک جوتی پالش کرنے والا، ایک دھوبی، اور ایک سو یپر بھی ہلکے پھلکے انداز میں کبھی بھی کسی بھی صورت میں بھرتی نہیں کیا جاتا، جوتی پالش کرنے والے سے لے کر پھولوں والی وردی پہننے اور سٹک ہاتھ میں لہرانے والے سپہ سالار تک سب لوگوں کے لیے کوئی نظم و نسق، کوئی ڈِسپلن، کوئی ضابطہ اور کوئی نہ کوئی طور طریقہ وضع کیا گیا ہے، مگر افسوس صد افسوس بائیس کروڑ عوام جس شخص کے سپرد کر دیے گئے ہیں اس کے لیے کوئی قانون اور کوئی ضابطہ بظاہر طے نہیں کیا گیا۔

۲۵ جولائی ۲۰۱۸ء کے انتخابات کو سارا پاکستان، پاکستان کی بڑی بڑی پارٹیاں اور جماعتیں جعلی اور بوگس قرار دے چکی ہیں، وزیراعظم عمران خان کو سب جماعتیں، پارٹیاں، تنظیمیں سلیکٹڈ اور انسٹالڈ وزیراعظم کہتی ہیں، اس کا مطلب یہ لوگ واضح طور پر نہیں بتاتے مگر اندھے کو بھی معلوم ہے کہ ان جماعتوں کے کارکنان سے لے کر لیڈران تک سب کے نزدیک اس لفظ کا معنٰی، مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ عمران خان کو پاکستانی جرنیلوں نے، پاکستانی خفیہ ایجنسیوں نے اور مقتدر قوتوں نے بائیس کروڑ عوام پر جبراً مسلط کیا ہے۔

ایک سال ہونے کو ہے، عمران خان اور ان کی جماعت ملک پر مسلط ہے، یہ شخص کبھی اپنے آبائی حلقے میانوالی سے ایک کونسلر، ایک یو سی چیئر مین، ایک ضلع کونسل، ایک صوبائی اسمبلی کی سیٹ جیت کر مقامی سطح پر عوامی خدمت کا کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکا، اس کی ساری زندگی کی کل پونجی کرکٹ کے میدان میں ورلڈ کپ جیتنا ہے، وہ اسی ورلڈ کپ کی مثالیں لوگوں کو سنا سنا کر ملکِ پاکستان کو چلانے کی باتیں کرتا رہا، وہ تبدیلی کے عنوان پر لوگوں کے ذہنوں کو کسی حد تک متحرک کرنے میں ضرور کامیاب ہوا، جس کو دیکھتے ہوئے خَلائی مخلوق نے اپنے طور پر یہ خیال کر لیا کہ شاید یہ نجات دہندہ ہے۔

چنانچہ اس شخص کو بائیس کروڑ عوام پر ناکردہ جرم کی سزا کے طور پر مسلط کیا گیا، اب ان لوگوں کو بھی اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ ہمارا انتخاب غلط تھا، بڑی گہرائی میں یہ لوگ سوچ رہے ہیں، اسی لیے سارے کام انہی کے تجربات کی روشنی میں ہو رہے ہیں، ایک حکومتی وزیر نے ایک ٹی وی شو میں بھانڈا پھوڑ دیا ہے کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے کسی وزیر مشیر کو کچھ پتہ نہیں ہے، کام ہو جاتا ہے تو بعد میں پتہ چلتا ہے کہ یہ کام ہو گیا، بین الاقوامی دنیا کو دکھانے کے لیے ایک سول شخص کا چہرہ سامنے لانا ضروری سمجھا گیا ہے ورنہ ملک کی باگیں کسی اور کے پاس ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ انتخابات سے کئی سال پہلے عمران خان اور اس کی پارٹی لوگوں کے اذہان کو غلط طور پر متحرک کرتی رہی، مگر ان کی حکومت آنے کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ نالائقوں اور حقیقی نااہلوں کا ٹبر ملک کی باگیں سنبھال بیٹھا ہے، جس سے ملکی تاریخ میں ملک کا بے پناہ نقصان ہو رہا ہے، وطن عزیز پاکستان ان نااہلوں کے دور ضلالت میں جان کنی کے عالم میں ہے۔

عمران خان نے سیاست کی چُولیں اپنی نااہلی، نالائقی، زبان درازی، طعن و تشنیع کے نشتروں سے ہلا ڈالیں، چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر شخص اس وقت باؤلوں کی طرح اپنی زبانیں دراز کیے ہوئے ہے، اب سیاست سے آگے نکل کر دین اور اسلام کے ساتھ بھی عجیب کھلواڑ شروع کرر کھا ہے، عمران خان کی تقریریں اور انٹرویوز سن لیجیے ان کی باتوں سے قادیانیت کی بو آتی ہے، انتخابات سے پہلے ان کی پارٹی قادیانیوں کو سہانے سپنے دکھاتی رہی، جس کے پروف اور ثبوت فیس بک پر کلپس کی شکل میں موجود ہیں۔

میسج ٹی وی کے ساتھ انٹرویو کے دوران عمران خان نے ملک میں بسنے والے تمام ادیان اور مذاہب کے ساتھ برابری کی بات کی مگر اس نے آئین پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار پانے والے قادیانیوں کے بارے میں صاف کہا کہ میں اس بات کو نہیں مانتا کہ جو نبی کریم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

عمران خان نے آسیہ مسیح نامی عورت کو بیرونی دباؤ کے تحت ملک سے باہر بھیجوایا، یہ عورت نبی کریم ﷺ کی گستاخ تھی، اس نے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں نازیبا گالیاں دی تھیں، جس کی پاداش میں عدالت نے اسے جیل بھیجوایا تھا، اسے رہا کروانے کے لیے گورنر پنجاب سلمان تاثیر سرگرم عمل تھا، جس نے توہین رسالت قانون ۲۹۵ سی کو کالا قانون کہا تھا۔

اسی وجہ سے اسے اس کے ایک محافظ ممتاز حسین قادری نے قتل کر دیا تھا، اسی وجہ سے ممتاز حسین قادری کو گرفتار کر لیا گیا تھا، بعدازاں ممتاز حسین قادری کو عدالتی حکم پر شہادت کے پھندے پر لٹکا دیا گیا تھا، جس گستاخ عورت کی وجہ سے گورنر پنجاب قتل اور ممتاز حسین قادری شہید ہوئے اس گستاخ عورت کو بے گناہ قرار

دلوایا گیا، پاکستانی عدالتوں نے انصاف کا خون کیا، ملک میں اس فیصلے کے خلاف افراتفری پھیلی، عدلیہ اور فوج کے خلاف وہ کچھ کہا گیا جو نہیں کہا جانا چاہیے تھا، مگر مسلمانوں کی غیرت اور ایمان کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے ایمانی جذبات کا اظہار کرتے۔

گستاخ رسول کو پہلے رہائی کا پروانہ دیا گیا، پھر اسے بیرون ملک روانہ کیا گیا، قادیانیوں کو ملک میں پہلی بار عمران خان کی حکومت میں چھوٹ مل گئی کہ تاجدار ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کرنے پر تھانوں میں پرچے درج کیے گئے، اس کا ثبوت اور پروف بھی فیس بک پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

عمران خان نے ۸۰ فیصد داڑھی والوں کی تضحیک کی اور انہیں چور کہا، جب کہ ۲۰ فیصد داڑھی والوں کو مشکوک قرار دیا، عمران خان نے علماء کرام کی تضحیک اور تذلیل کی، عمران خان نے لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے پاکستان کو مدینہ جیسی ریاست بنانے کی باتیں کیں، مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

عمران خان نے جون ۲۰۱۹ء کے درمیانی عشرے کے آغاز میں قوم سے خطاب کے دوران حضرات صحابہ کرامؓ جیسے باضمیر اور باکردار لوگوں کے خلاف زبان درازی کی اور یہ کہا کہ بدر میں صرف ۳۱۳ صحابہ کرامؓ لڑنے کے لیے گئے باقی تو ڈرے ہوئے تھے، احد کے میدان میں صحابہؓ نے لوٹ مار مچائی اور نبی ﷺ کا حکم نہیں مانا۔

اس تقریر سے پوری پاکستانی قوم نے اندازہ لگالیا کہ ہمارے وزیراعظم کا اسلامی تاریخ پر کس قدر اور کتنا عبور ہے، عمران خان کی اس متنازعہ اور ایمان سے عاری تقریر پر ملک بھر میں شدید ردعمل کا اظہار کیا جارہا ہے، علماء طلباء اور ارباب پارلیمان سبھی عمران خان پر لعن طعن کررہے ہیں، جو لوگ دین اور دینیات کو سمجھتے ہیں وہ وزیراعظم کی جہالت پر انگشت بدنداں ہیں۔

پاکستان مسلم لیگ کے صدر جناب شہباز شریف نے اسمبلی میں بجٹ پر تقریر کرنے سے پہلے ناموس صحابہؓ پر بات کرنے پر زور دیا، سپیکر اسمبلی کے چیخنے چلانے کے باوجود شہباز شریف نے بجٹ تقریر یہ کہہ کر مؤخر کردی کہ ناموس صحابہؓ کا تعلق ہمارے ایمان سے ہے، پہلے ناموس صحابہؓ پھر بجٹ تقریر۔

جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمان صاحب کے بیٹے رکن قومی اسمبلی مولانا اسعد محمود نے اسمبلی میں ناموس صحابہ کرامؓ پر ایک مضبوط مؤقف اختیار کیا، اسمبلی سے باہر انہوں نے پریس کانفرنس کی جس میں ایوان اقتدار میں بیٹھے بدمست ہاتھیوں کے خلاف سخت لب ولہجہ میں بات کرتے ہوئے ناموس صحابہؓ پر ایمان افروز گفتگو کی، سینٹ میں قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان کے بھائی مولانا عطاء الرحمان صاحب نے اسلامی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ناموس صحابہ کرامؓ پر کھل کر بات کی، فرزند کوہسار جناب شاہد خاقان عباسی نے اس موقع پر ناموس صحابہ کرامؓ کے لیے کھل کر اپنا مؤقف بیان کیا، غرضیکہ مسلمانوں نے ناموس صحابہ کرامؓ پر ایمانی جذبات کا اظہار کیا۔

میں اس بات پر حیران ہوں کہ کیا وزیر اعظم پاکستان اتنا جاہل شخص بھی ہو سکتا ہے جسے اپنی اسلامی تاریخ سے ناواقفیت ہے اور مسلمانوں کے بائیس کروڑ آبادی والے ملک کا حکمران ہے، جسے معلوم ہونا چاہیے تھا کہ مٹھی بھر مسلمان مکہ کی سرزمین پر اپنے نبی کریم ﷺ کی حفاظت کے لیے دائیں بائیں موجود رہتے تھے، وہ کافروں کو اس وقت بھی ایمانی جذبات سے اپنی جنم بھومی یاد دلا سکتے تھے مگر انہیں ان کے رب قادر وقدیر نے روک دیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو، سخت ترین آزمائشیں برداشت کیں، صعوبتیں اٹھائیں مگر اپنے رب کے حکم سے عدولی نہیں کی۔

پھر رب کے حکم پر ان شیر دل انسانوں نے اپنے عزیزوں، اپنے رشتہ داروں، اپنے کاروبار، اپنے روزگار، اپنی جائیداد، اپنے ڈھورڈنگروں کی قربانی دی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے دامن مصطفے ﷺ سے وابستہ ہو کر مکہ سے مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

مدینہ میں بے سروساماں، لٹے پٹے قافلے پہنچے، نہتے لوگ اپنے محبوب قائد کی خاطر یہاں پردیس میں پہنچے تھے، اگلے ہی سال نہتے تین سو تیرہ لوگوں نے مدینہ سے کچھ فاصلہ پر بدر کے مقام پر حملہ آور کافروں کو چھٹی کا دودھ یاد کروایا، کافروں کے ستر لوگ مار ڈالے، ستر سُورما گرفتار کر کے آقا مدنی کریم ﷺ کے قدموں میں پہنچادیے، ہمارے ملک کے وزیر اعظم پھر بھی نہیں جانتے کہ ان بے سروسامان لوگوں کی جرأت رندانہ کے ساتھ رب العالمین کی نصرت اور یاوری کیسے شامل ہوگئ کہ عرش بریں سے اعلان ہوا کہ ان کے ساتھ اللہ کی مدد اور نصرت تھی کہ انہوں نے بدر کے میدان میں کُشتوں کے پشتے اکھاڑ ڈالے اور تاریخ میں اپنا نام زریں حروف سے لکھوا ڈالا، عرش الٰہی کا لاریب پیغام قیامت تک ان کی بہادری، جان سپاری، شجاعت اور بسالت کے گن گاتا رہے گا۔

حملہ آور کافروں کی تعداد اس تعداد سے کئی گنا زیادہ تھی، نبی کریم ﷺ رات کے سناٹے اور تاریکی میں مصلے کی پشت پر کھڑے ہو کر اپنے رب کی بارگاہ میں زاریاں کرتے تھے کہ الٰہ العالمین اگر یہ مٹھی بھر جماعت آج شکست سے دوچار ہو گئی تو ہنگامہ یوم النشور تک تیرا نام لیوا کوئی نہیں رہے گا، اس لیے فتح و نصرت عطا فرمایئے، انہی نالوں، انہی زاریوں اور التجاؤں کا جواب آیا تو اللہ نے نصرت اور مدد کا سہرا ان کسمپرس مسلمانوں کے سر سجا دیا تھا، یہ ان لوگوں کی جرأت، بسالت، شجاعت، جوانمردی اور بہادری اور ایمان کی مضبوطی پر واضح دلیل تھی۔

ابھی یہ لوگ سنبھلے بھی نہ تھے کہ اگلے ہی سال عرش بریں سے پھر حکم آگیا کہ تیاری باندھ لی جائے اب مدینہ کے قریب جنتی پہاڑ اُحد کے دامن میں کافروں کو جنم بھومی یاد کروانی ہے، چنانچہ یہ غیور و جسور لوگ میدان احد میں اُترے، جہاں کافروں نے اپنے ستر سُورماؤں کا بدلہ لینے کی ٹھان رکھی تھی، جنہوں نے بدر کی شکست کا انتقام لینا تھا، جو جوش و خروش میں سب کچھ تہس نہس کرنے کے لیے یہاں پہنچے تھے۔

جس بدر اور احد میں شریک صحابہ کرامؓ پر طنز کیا گیا، ان کی تاریخ اگر وزیر اعظم درست طریقہ سے مطالعہ کر لیتے یا کسی عالم دین سے سن لیتے تو یقیناً وہ اس طرح کی ہرزہ سرائی نہ کرتے جس طرح انہوں نے کی ہے۔

جو نابکار اور ناہنجار اصحاب پیغمبر ﷺ کی شجاعت، بہادری اور دلیری سے ناواقف ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے، جو اصحاب بدر اور اصحاب احد کی صفات حسنہ سے ناآشنا ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میدان احد سے ایک آدھ دن پہلے صحابہ کرام کے ایمانی جذبات اور ایمانی کیفیات کیا تھیں، یہ بات تاریخ کے جھروکوں میں جھانکنے والوں کو اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے۔

معرکہ اُحد بپا ہونے سے پہلے حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا تھا کہ آؤ ہم دونوں اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگیں، چنانچہ وہ دونوں ایک طرف ہو کر دعا میں مشغول ہو گئے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے دعا مانگی کہ
اَللّٰهمّ إِذَا لَقِيتُ العَدُوَّ غَدًا فَلقِنِي رَجُلًا شَدِيدًا بَأسُهُ، شَدِيدًا حَرَدَه فَأَقتُلُهُ فِيكَ وَآخُذُ سَلبَهُ.(اُسدُالغَابَہ ج ۳ص ۹۱)

اے اللہ! جب کل لڑائی ہو تو میرے مقابلے میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ والا ہو جسے میں قتل کروں اور اس کا مال غنیمت حاصل کروں۔

یہ دعا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ایمانی اور دلیرانہ جذبات کی عکاسی کرتی ہے، یہ دعاوہ مانگ رہے تھے اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ آمین کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرما۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ دعا مانگ رہے تھے کہ

اَللَّهُمَّ ارزُقني غَدًا رَجُلًا شَدِيدًا بَأسُهُ، شَدِيدًا حَرَدَه، أُقَاتِلُهُ فِيكَ وَيُقَاتِلُني، ثُمَّ يقتُلُني وَيَأخُذُني فَيَجدَعُ أَنفِي وَأُذُني، فَإذَا لَقِيتُكَ قُلتَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ، فِيمَ جُدِعَ أَنفُكَ وَأُذُنَاكَ؟ فَأَقُولُ:فِيكَ وَفِي رَسُولِكَ. فَيَقُولُ: صَدَقتَ.(اسدالغابہ عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم جزری المعروف بابن اثیر)

اے اللہ! کل میدان جنگ میں ایک بہادر سے مقابلہ کرواجو سخت حملہ والا ہو، میں اس پر سختی سے حملہ کروں اور وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے، پھر وہ مجھے قتل کرڈالے اور مجھے پکڑ کر میری ناک اور میرے کان کاٹ ڈالے، پھر جب میں کل تیرے ساتھ ملاقات کروں توتُو پوچھے اے عبداللہ! تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں کہوں اے اللہ تیرے اور تیرے نبی کے راستے میں کاٹے گئے، پھر تُو کہے کہ اے عبداللہ تونے سچ کہا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ یہ دعا مانگ رہے تھے تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آمین کہہ رہے تھے،اور حضرت سعدؓ فرمارہے تھے کہ عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میری دعا سے اچھی تھی، میں نے میدان کارزار میں شام کے وقت دیکھا کہ عبداللہ بن جحشؓ کی ناک اور دونوں کان ایک دھاگے میں پروئے ہوئے تھے۔

ابن اثیر کی اُسدُالغَابَہ میں ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے دعا مانگی کہ

اَللّٰهُمَّ أُقسِمُ عَلَيكَ أَن نَلقِي العَدُوَّ، وَإِذَا لَقِينَا العَدُوُّ أَن يَّقتُلُونِي، ثُمَّ يَبقُرُوا بَطَنِي، ثُمَّ يُمَثِّلُوا بِي، فَإِذَا لَقِيتُكَ سَأَلتَني: فِيمَ هَذَا؟ فَأَقُولُ: فِيكَ. فَلَقِي العَدُوَّ فَفَعَلَ وَفُعِلَ بِهِ ذَلِكَ.«اسدالغابه لابن اثیر»

اے اللہ! میں تیری قسم کھاتا ہوں کہ میں کل تیرے دشمن پر حملہ کروں اور دشمن ہم پر حملہ کرے، پھر وہ میرا پیٹ کاٹ ڈالے، پھر وہ میرا مُثلہ (اعضاء کاٹنا) کردے، پھر جب میں بروز محشر تیری بارگاہ میں حاضر ہوں تو تُو مجھ سے پوچھے کہ یہ کیوں؟ تو میں کہوں کہ سب کچھ تیری راہ میں کٹا کر آیا ہوں، چنانچہ دشمن نے حملہ کیا اور اس نے جو کرنا تھا کر دیا اور یہ کچھ کیا گیا۔

حضرت ابن المسیبؒ کہتے ہیں کہ مجھے اللہ کی بارگاہ میں امید ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی قسم کل اسی طرح پوری کرے گا جس طرح میدان احد میں ان کی خواہش پوری کی۔

صحابہ کرامؓ کے مقام و مرتبہ سے ناآشنا لوگو! ذرا سوچو تو سہی یہی وہ عبداللہ بن جحشؓ ہیں جن کی تلوار میدان اُحد کے معرکہ حرب و ضرب میں ٹوٹ گئی تھی، کس جانبازی، جانسپاری سے ان لوگوں نے داد شجاعت وبسالت سمیٹی کہ تاریخ میں امر ہو گئے، ان کی تلوار ٹوٹ گئی تو رحمت دو جہاں ﷺ نے انہیں کھجور کی ایک ٹہنی عطا فرمائی، یہی کھجور کی ٹہنی ان کے دست مبارک میں پہنچی تو تلوار بن گئی، اس تلوار کا نام ہی عُرجون پڑ گیا تھا۔

یہ عرجون ان کی شہادت کے بعد بھی تلوار ہی رہی یہاں تک کہ ترکی کے معرکہ میں دو سو دینار کے عوض فروخت کی گئی تھی، جس بد بخت نے عبداللہ بن جحشؓ کو میدان بدر میں شہادت کا تاج پہنایا تھا اس کا نام ابوالحکم بن اخنس بن شریق ثقفی تھا، جب جام شہادت نوش کیا تو اس وقت حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی عمر مبارک

چالیس سال سے کچھ اوپر تھی، یہ حضرت سیدنا امیر حمزہؓ بن عبدالمطلب کے بھانجے تھے، انہیں اپنے ماموں حضرت حمزہؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفنایا گیا تھا۔ان دونوں کی نماز جنازہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے پڑھائی تھی، ان کا چونکہ مُثلہ کیا گیا تھا اس لیے ان کا نام ہی المجدع فی اللہ (یعنی اللہ کی راہ میں جس شخص کے اعضاء کاٹے گئے) پڑ گیا تھا، ان کا مال غنیمت نبی کریم ﷺ نے سنبھال لیا تھا، جس کے عوض ان کے بیٹے کے لیے خیبر کا مال خریدا تھا۔

صحابہ کرامؓ کے خلاف زبان طعن دراز کرنے والے بدنصیب لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ میدانِ اُحد مجاہدین اسلام کے مبارک قدموں سے اس وقت محظوظ ہورہا تھا جب ایک معمولی سی لغزش اور غلط فہمی کے باعث ان جانثاروں، فداکاروں کو چاروں طرف سے دشمنانِ اسلام نے اپنے حصار میں لے لیا تھا، ستر کے قریب جانثاران اسلام لیلائے شہادت کو گلے سے لگا کر جام شہادت نوش کر گئے تھے۔

جب کافروں نے چہار اطراف سے اسلامی لشکر کو گھیر لیا تو ایسے میں رحمت کائنات، مفخر موجودات ﷺ بھی نرغے میں آگئے تھے، ایسے میں ان بدبخت کافروں نے مشہور کر دیا کہ رحمت دوجہاں ﷺ جام شہادت نوش فرما گئے ہیں، جانثارانِ مصطفےٰ ﷺ اس خبر کو سن کر بے حال ہو گئے تھے، پریشانی کے عالم میں یہ لوگ منتشر ہونے لگے۔

مولا علی کرم اللہ وجہہ کی نگاہ کیمیا اثر نے جب دیکھا کہ کائنات کے عظیم انسان کہیں دکھائی نہیں دے رہے، تو سب سے پہلے حضور ﷺ کو ان زندہ لوگوں میں تلاش کیا وہاں نہیں پایا تو شہدا کے اجساد خاکی میں نبی کریم ﷺ کو تلاش کیا وہاں بھی نہ پا کر سوچا کہ نبی کریم ﷺ میدان کارزار سے بھاگ نہیں سکتے، ہماری کوتاہ

اعمالی کی وجہ سے وقتی طور پر امتحان ضرور آگیا ہے، ہو سکتا ہے رب العالمین نے اپنے حبیب ﷺ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا ہو۔

یہی کچھ سوچ کر مولا علی شمشیر لے کر کفار کے جمگھٹے میں جا گھسے، مجاہد اسلام علی المرتضیٰ نے تلوار چلانا شروع کردی، کفار کی صفیں پلٹ ڈالیں، جب کافر ہٹ گئے تو رحمت کائنات ﷺ کے چہرہ انور پر ان کی نگاہ مرکوز ہوگئی، ایسے میں فرطِ مسرت سے جھوم اٹھے، خوشی کے مارے چہرہ تمتما اٹھا، اسی مسرت کے عالم میں آقائے نامدار، تاجدار مدینہ ﷺ کے قریب جا کر کھڑے ہوگئے، کافروں کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے کے لیے آئی، نبی کریم ﷺ نے مولا علی سے فرمایا کہ علی انہیں روکدو، مولا علی نے اس جماعت کا مقابلہ کیا، ان حملہ آور کافروں کے منہ پھیر دیے، بعضوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بعد ازاں ایک اور جماعت آقائے نامدار ﷺ پر حملہ کی نیت سے آگے بڑھی تو نبی کریم ﷺ نے مولا علی سے فرمایا کہ علی انہیں روکدو، مولا علی المرتضیٰؓ شیر خدا نے یکے وتنہا ان کافروں کا مقابلہ کیا، یہی وہ موقع تھا کہ آسمان سے جبریل آئے اور مولا علی کی جوانمردی، شُجاعت، بہادری، بسالت اور دلیری کی تعریف کی۔

جبریل سے تعریف حیدری سن کر رحمت کائنات ﷺ نے اس موقع پر فرمایا تھا کہ یہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، یہ سن کر جبریل امین بھی پیچھے نہ رہ سکے اور کہنے لگے کہ میں تم دونوں میں سے ہوں۔

یکے وتنہا ایک شخص کا طاقتور جماعت کے دانت کھٹے کرنا اور اس سے پنجہ آزمائی کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے، یہ بات ان کور چشموں کے علم ودانش میں لانا ضروری ہے جو بلا سوچے سمجھے یا کسی سازش شیطانیہ کے تحت اس مقدس جماعت کے خلاف ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی کرتے ہیں۔

اے صحابہ کرامؓ کی تاریخ سے ناواقفو! یہی میدان احد مجاہدوں کو داد شجاعت دے رہا تھا، معمولی لغزش پر جب تھوڑی آزمائش آئی تو وہ ایک دن کا دُولہا حضرت حنظلہؓ اپنی پر لطف زندگی کو چھوڑ کر میدان میں آپہنچا تھا، یہ وہی شخص تھا جو اپنے اَزدَواجی معاملات طے کرتے ہی طہارت حاصل کر رہا تھا کہ کانوں کی دہلیز سے مسلمانوں کی آزمائش کی خبر پہنچی تو پانی سے بھری بالٹی چھوڑ کر شمشیر بدست میدان کارزار میں آگیا تھا، داد شجاعت سمیٹتے ہوئے جب خون کے فواروں میں لت پت ہو کر جام شہادت نوش کر گیا، جام شہادت نوش کرنے والے مجاہد کو شہادت کی صورت میں غسل کے بغیر دفنایا جاتا ہے، مگر ان پر غسل فرض تھا اس لیے ان کو اللہ کے فرشتوں نے غسل دیا تھا، نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو بتایا کہ انہیں فرشتوں نے غسل دیا ہے، آپ ﷺ کی زبان پاک سے یہ بات سن کر حضرت ابو سعید ساعدیؓ نے دیکھا تو واقعی حضرت حنظلہؓ کے سر سے پانی کی بُوندیں ٹپک رہی تھیں۔(قرۃالعیون، حکایات صحابہ)

کہنے والے ہرزہ سرائی سے باز نہیں آتے کہ یہ ڈر گئے تھے، یہ لوٹ مار میں مصروف ہوگئے تھے، ان ظالموں پر اللہ کی پھٹکار یہ جانیں لٹانے والے تھے مال لوٹنے والے نہیں تھے۔ یہ میرے نبی کے سچے جانثار اور وفادار لوگ تھے۔

اے کور چشمو! اے یہود و نصاریٰ کا لٹریچر پڑھنے والے بے وقوفو! اے احمقوں کی جنت میں بسنے چمگادڑو! اس شخص کی شُجاعت و بہادری کو دیکھو جس کے چار بہادر، شجاع، دلیر، نڈر بیٹے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر باش رہتے، آپ ﷺ کے چہرہ تاباں کا دیدار کرتے، اور آپ ﷺ کی اَبرؤے چشم کو دیکھتے ہوئے میدان کارزار میں بھی جوہر شُجاعت دکھاتے تھے، ان بہادر بیٹوں کے باپ عمرو بن جموحؓ لنگڑے تھے، شوقِ شہادت نے نبی کریم ﷺ کے قَدمین

مبارک میں پہنچا دیا، لوگوں نے کہا کہ عمرو! آپ لنگڑے ہیں، آپ معذور ہیں، چلنا پھر نا دشوار ہے، آپ میدان جہاد میں نہ جائیں، یہ سن کر انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے بھی اس معذوری کی وجہ سے فرمایا کہ چلو، کوئی بات نہیں، عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میرے مجاہد بیٹے جنت میں جائیں اور میں پیچھے رہ جاؤں؟

اھلیہ نے طعنہ دیا کہ عمرو! میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ میدان کارزار سے واپس بھاگ رہے ہیں، یہ سن کر شوقِ شہادت نے مزید انگڑائی لی اور مسلح ہو کر رُو بقبلہ دُعا کی کہ پروردگار! مجھے میرے گھر کی طرف واپس نہ لوٹائیے۔

ان کی خواہش تھی کہ لنگڑے پاؤں سے جنت میں چلوں، شدید اصرار پر نبی کریم ﷺ نے میدان کارزار میں اترنے کی اجازت دے دی، جب میدان کارزار میں پہنچے تو ابو طلحہ جیسے عینی شاہدین کہتے ہیں کہ عمرو بن جموحؓ اکڑتے ہوئے چل رہے تھے، اور زبان سے کہتے جاتے تھے کہ قسم بخدا! میں جنت کا مشتاق ہوں، ان کے پیچھے پیچھے ان کا لختِ جگر بیٹا بھی بھاگتا ہوا جا رہا تھا، دونوں باپ بیٹا بڑی پامردی اور جرأت سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گئے۔

جس اھلیہ نے جذبہ شہادت کو انگیخت کیا تھا اسے پتا چلا کہ میرے شوہر اور بیٹا دونوں جامِ شہادت نوش کر گئے ہیں تو اُحد کے میدان میں لاشیں وصول کرنے پہنچیں، وہ دونوں لاشوں کو اونٹ کی پشت پر لاد کر مدینہ میں لا کر سپردِ خاک کرنا چاہتی تھیں، مگر اونٹ مدینہ کی بجائے اُحد ہی کی طرف منہ کرتا تھا، اھلیہ نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ کو یہی حکم ہے، کیا عمرو گھر سے رختِ سفر باندھتے وقت کچھ کہہ کر گئے تھے، اھلیہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! جب

عمرو گھر سے نکلے تو قبلہ کی طرف منہ کرتے ہوئے یہ دعا مانگ رہے تھے کہ اے میرے اللہ! مجھے میرے گھر کی طرف نہ لوٹائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ اُونٹ واپسی کی راہ نہیں لیتا۔ (قرۃ العیون)

صحابہ کرامؓ کے خلاف بدزبانی کرنے والو! بدکلامی کرنے والو! ہرزہ سرائی کرنے والو! کورچشمو! شپرہ چشمو! نازوں میں پلے بڑھے جوان مصعب بن عمیرؓ کو تو دیکھو، جس کے ہاتھ میں میرے آقا، سپہ سالار بدر و حنین نبی کریم ﷺ نے مہاجرین کا جھنڈا تھمایا تھا، افراتفری کے عالم میں مصعب چٹان کی طرح اپنی جگہ جما رہا، ایک کافر بدبخت نے قریب سے گزرتے ہوئے تلوار کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ مُصعبؓ کا بازو کٹ گیا، مگر مُصعب نے اسلامی جھنڈا نہیں گرنے دیا، انہوں نے فوراً! جھنڈا دوسرے ہاتھ میں لے لیا، اس بدبخت نے مُصعب کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا، انہوں نے کٹے ہوئے بازوؤں کو جوڑ کر اسلامی جھنڈے کو اپنے سینے سے چمٹا لیا مگر جھنڈا گرنے نہیں دیا، پھر اس بدبخت نے مُصعب پر ایسا وار کیا کہ وہ جامِ شہادت نوش کر گئے، جب تک مُصعب کی جان میں جان تھی تب تک اسلامی پرچم سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

جب مُصعب کی جان جانِ آفریں کے سپرد ہو گئی، روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو رحمتِ دوعالم ﷺ نے یہ جھنڈا مولا علی شیر خدا کو تھما دیا تھا، ابی بن خلف نے مُصعب بن عمیرؓ کو شہید کیا تھا۔

یہ عظیم مجاہد وہ غریب انسان تھا جس کے پاس وقتِ شہادت اتنا بھی لباس نہیں تھا کہ اس کا جسم ڈھانکا جاتا، ایک چادر تھی جس سے اگر سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے، پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا، رحمتِ دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ

اس کی چادر سر کی طرف کردو اور پاؤں کی طرف اِذخر کے پتے ڈال دیے جائیں۔(اَلاِصَابَہ فی معرفۃالصحابہ)

جن لوگوں کی چھ چھ گز کی لمبی زبانیں صحابہ کرامؓ کی عظمتِ شان اوران کے مرتبہ اور مقام کے خلاف بے سوچے سمجھے زَہر اگلتی ہیں انہیں معلوم ہوناچاہیے کہ یہ لوگ ڈرپوک، بُزدل اور جان بچانے والے نہیں تھے، بلکہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے یمین ویسار لڑتے ہوئے اللہ کے لیے جان دینے کواپنے لیے سب سے بڑی سعادت خیال کرتے تھے۔

ذرا نظریں اٹھاکر جبل مزینہ سے اُتر کر مدینہ پہنچنے والے وھب بن قابوسؓ اور ان کے بھتیجے حارث بن عقبہؓ کی داستان شجاعت سنواور پڑھواور آنکھیں کھولو کہ ہم اپنے مونہوں سے کیامُغلظات انڈیل رہے ہیں اور تاریخ کے جھروکوں سے کیاروشنی جھلکتی اور چھلکتی ہے۔

محمد بن سعدؒ کہتے ہیں کہ حضرت وھب بن قابوسؓ اپنے بھتیجے حارث بن عقبہؓ کے ہمراہ اپنی بکریاں لے کرمزینہ پہاڑی سے مدینہ کی طرف آئے، جہاں دیکھا کہ مدینہ تو خالی ہے،لوگوں سے دونوں نے پوچھا کہ لوگ کہاں چلے گئے ؟انہیں لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ مشرکوں سے لڑنے کے لیے نکلے ہیں، بکریاں یہاں چھوڑ دیں اور میدان اُحد کی سمت چل دیے،رِوایات کے مطابق ان دونوں چچا بھتیجانے یہاں اسلام قبول کر لیاتھا،اس کے بعد نبی کریم ﷺ سے اُحد میں جاکر ملے۔

مشرکین کی ایک ٹولی حملہ آور ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے پوچھا

«مَنْ لِهَذِهِ الْفِرْقَةِ؟»

....

اس ٹولی کو کون منتشر کرے گا؟ نبی کریم ﷺ کی زبان پاک سے یہ جملہ سن کر حضرت وھب بن قابوس نے عرض کی کہ میں مشرکین کی اس ٹولی کو منتشر کروں گا، چنانچہ انہوں نے اس کی طرف نیزہ پھینکا تو یہ پلٹ گئی، پھر یہ ٹولی دوبارہ پلٹی تو دوسری بار بھی ان کو پلٹ دیا، تیسری بار واپس پلٹی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کو کون منتشر کرے گا؟ حضرت وھب بن قابوس مزنی نے فرمایا کہ میں ان کو منتشر کروں گا۔

چنانچہ حضرت وہب بن قابوس مزنی نے تلوار اپنے دست مبارک سے چلانا شروع کر دی، یہاں تک کہ وہ لوگ بھاگ گئے اور حضرت وہب بن قابوس مزنی واپس لوٹ آئے، پھر ایک اور ٹولی نمودار ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لیے کون اٹھے گا؟ حضرت وہب مزنی نے فرمایا کہ میں اٹھوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ

«قُمْ وَأَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ»

اٹھو تمہیں جنت کی خوشخبری ہو۔

چنانچہ حضرت وہب بن قابوس مزنی زبانِ نبوت سے جنت کی بشارت سن کر فرطِ مسرت سے یہ کہتے ہوئے اٹھے اور کافروں کے جمگھٹے میں گھس گئے، تلوار کے وار شروع کر دیے یہاں تک کہ ان کو قتل کرتے کرتے اس جمگھٹے کے آخر سے نکل گئے، اس کے بعد کافروں نے انہیں بھی شہادت کے گھاٹ اُتار دیا، اور ان کے اعضاء کاٹ ڈالے۔

پھر ان کے بھتیجے حضرت حارث بن عقبہ مزنی اٹھے تو انہوں نے بھی کافروں کے کشتوں کے پشتے اکھاڑ دیے، بالآخر حارث بن عقبہ بھی جان جان آفریں کے سپرد کر گئے۔

رحمت دوجہاں ﷺ ان دونوں کے جنازوں پر کھڑے ہوئے اور زبان پاک سے فرمایا

رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ فَإِنِّي عَنْكَ رَاضٍ

اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور میں تم سے راضی ہوں۔

پھر نبی کریم ﷺ ان کی پائنتی والی جانب کھڑے ہوئے، یہ زخموں سے چور چور تھے، باوجودیکہ نبی کریم ﷺ میدان اُحد میں خود بھی شدید زخمی ہوئے تھے مگر ان دونوں مزنی شہیدوں کو قبر میں اتارنے تک وہاں موجود رہے۔

حضرت سیدنا عمر اور حضرت سعد بن مالک دونوں کہا کرتے تھے کہ

مَا حَالٌ نَمُوتُ عَلَيْهَا أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ أَنْ نَلْقَى اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى حَالِ الْمُزَنِيِّ

میرا جی چاہتا ہے کہ اللہ کے حضور جب میری حاضری ہو تو وہب ابن قابوس مزنی جیسی حالت میں حاضری ہو۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے تھے کہ وہب بن قابوس مزنی جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی کسی لڑائی میں نہیں دیکھی۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف بکواس کرنے والے، ہرزہ سرائی کرنے والے، ان کی شان اور مقام کو کم کرنے والے نالائق اور بدبخت وزیراعظم اب ان ارشادات کی روشنی میں بتاؤ، ان تاریخی حالات کی روشنی میں بتاؤ کہ صحابہ کرامؓ بزدل تھے یا جرأت مند تھے؟ ان کی بہادری کی مثالیں نبی کریم ﷺ کی مبارک آنکھیں دیکھ رہی ہیں، چشمِ فلک ان کی بہادری کا نظارہ کر رہی ہے، تم کون سی کتابیں پڑھتے ہو جن میں لکھا ہوا ہے کہ صحابہؓ بدر میں ڈر گئے تھے، صحابہ کرامؓ اُحد میں لوٹ کھسوٹ میں مصروف ہو گئے تھے، مالِ غنیمت کا لوٹ کھسوٹ قادیان والے لعین مرزا قادیانی کے پیروکار کہتے ہیں اور کوئی نہیں کہتا۔

کائنات ارضی کے احمق ترین اور نالائق ترین انسان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کون سازمانہ تھا؟ بدر میں صحابہ کرامؓ جب اترے تو وہ مدینہ میں آمد کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا، جہاں تعداد بہت ہی مختصر سی تھی، نہتے لوگ تھے، جو ذوق شہادت میں فقط ایمانی جذبات کے تحت آئے تھے، اس کے باوجود انہوں نے جوہر شجاعت دکھائے اور اللہ کی کتاب میں بدر کی منظر کشی کی گئی ہے، جن کی مدد اور نصرت آسمانوں کی بلندیوں سے آئی تھی، فضائے بدر انہوں نے پیدا کی تو گردوں سے قطار اندر قطار فرشتے نصرت کو اترے تھے۔ رِوایات میں ہے کہ زمین سے لے کر آسمان تک عمامے باندھے ملائکۃ اللہ نصرت و یاوری کے لیے پہنچے تھے۔

جَہالت وضَلات، غَوایت و کمینگی کے مجسمہ وزیراعظم ! آپ کے بکواسات، آپ کی ہرزہ سرائیوں، آپ کی کوتاہ اعمالیوں اور بد قماشیوں سے کوئی شریف انسان محفوظ نہیں ہے، تم نے صحابہ کرامؓ کو بھی معاف نہیں کیا، اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ میرے صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہہ رہا ہے تو اسے کہو کہ اللہ تمہارے شر پر لعنت کرے، میں بھی اپنے پیغمبر کی زبان پاک سے نکلنے والے اس جملے کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے تمہارے شر پر لعنت کے ڈونگرے برساتے ہوئے اور تمہاری خباثت کو عالم آشکار کرتے ہوئے اپنے کو سَعادت مندوں کی فہرست میں شامل سمجھ رہا ہوں، جس نے وقت کے فرعونِ اعظم کے خلاف کلمہ حق بلند کیا ہے۔

اللہ جل شانہ کی بارگاہ عالی سے امید ہے کہ وہ اب بھی صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کو اسی طرح جواب دے گا جس طرح کافروں کو دیا تھا، جب انہیں کہا گیا تھا کہ تم صحابہ کرامؓ کی طرح ایمان لاؤ تو کافروں نے صحابہ کرامؓ کو بے وقوف قرار دیا تھا، اللہ نے

کافروں کو اس کے جواب میں بے وقوف قرار دیا تھا، پھر صحابہ کرامؓ کو قرآن کریم نے بہت اہمیت دی، ان کی منقبت بیان کی، انہیں نبی کریم ﷺ کے ساتھی قرار دیا، انہیں کافروں پر سخت قرار دیا، ان کے نشانہائے سجدہ کی تعریف کی، انہیں رضائے مولا کے طلب گار قرار دیا، انہیں قرآن نے رضی اللہ عنہ کے تمغوں سے نوازا، انہیں جنتی قرار دیا، انہیں خیر امت قرار دیا، انہیں حزب اللہ قرار دیا، انہیں کامیاب ترین لوگ قرار دیا، انہیں ایمان بالغیب لانے والے متقیوں کی فہرست میں شامل کیا۔ کوئی سورت قرآنی ہی شاید ایسی ہو گی جس میں ان پاکباز، پاک دل، خدا مست لوگوں کا تذکرہ نہ ہو۔

خبردار! ان لوگوں کے بارے میں اپنی زبانیں سنبھال کر رکھو، تمہاری ناپاک زبانوں پر ان پاکباز ہستیوں کا اس طرح ذکر آئے ہی کیوں؟ معافی مانگو اور اللہ سے توبہ تائب ہو جاؤ، ورنہ اللہ انتقام لے گا، اللہ والے بھی انتقام لیں گے، تم اس گستاخی پر قہر و جلال خداوندی سے کسی صورت بچ نہیں سکتے، اقتدار کے ایوان اور وردیوں کے خوفناک سائے تمہاری حفاظت سدا نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرات صحابہ کرامؓ کی قرآنی عظمتوں کا دفاع کرنے کی توفیق عطا فرمائے رکھے۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم ﷺ

خادم اسلام

محمود الرشید حدوٹی عباسی

حال وارد حدوٹ، مری

۱۹ جون ۲۰۱۹ء، بروز بدھ، بوقت پونے تین بجے شب

قُرآن
اور
صَحَابَہ کَرَام
رضوان اللہ علیہم اجمعین
اس مضمون میں وہ آیات پیش کی گئی ہیں جن میں اللہ تعالٰی نے حضرات صحابہ کرامؓ کی شان و منقبت بیان فرمائی ہے، صحابہ کرامؓ کے خلوص اور بے لوثی کا ذکر کیا گیا ہے، مہاجرین اور انصار کے فضائل، مناقب اور اللہ تعالٰی کی طرف سے انہیں پروانہ رضا عطا فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ رضی اللہ عنہم

قُرآن کَریم اَور صَحَابَہ کَرَام

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضرات صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے، قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور آیات میں ان پاکباز ہستیوں کی منقبت بیان کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ، تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً، سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ، ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ، وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ، فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ، وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً

ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں۔ تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے

ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہو گئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کاشتکار اس سے خوش ہوتے ہیں۔ تاکہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کر لیا ہے۔ (الفتح ۲۹)

رحمت کائنات ﷺ کے سر پر اللہ نے تاج رسالت سجایا، آپ ﷺ کو آفتاب نبوت بنایا، آپ ﷺ کو سراج منیر فرمایا، اس عظیم الشان انسان کی معیت میں رہنے والوں کا تذکرہ فرمایا، کہ ان کے صحابہ کافروں پر سخت ہیں، وہ شیر دل لوگ ہیں، ڈر، خوف اور بزدلی نام کی کوئی چیز ان میں نہیں ہے، باہمی تعلقات انتہائی قابل رشک ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ محبت رکھتے ہیں، جس طرح ایک بیٹا اپنے والد سے محبت کے جذبات رکھتا ہے، ان کی عبادت گزاری، ان کی سجدہ ریزیوں اور ان کا اللہ کے سامنے جھکنے کا انداز اس قدر قابل رشک ہے کہ دیکھنے والے ان کو انہی حالتوں میں مشغول پائیں گے، یہ صفات اور یہ مناقب ان لوگوں کی دنیا سے بے رغبتی ظاہر کرتے ہیں، ان کا مقصد زندگی رضائے مولیٰ کی تلاش ہے، وہ اللہ کی رضا کے طلب گار ہیں، وہ رب تعالیٰ کے فضل و کرم کے متلاشی ہیں، وہ بیش بہا نعمتوں والی جنت کے طلب گار ہیں۔

مخلصین اور غیر مخلصین کا فرق یہاں واضح ہو جاتا ہے، مخلصین اپنی کارکردگی، اپنے عمل، اپنی تگ و تاز کا صلہ اپنے رب سے چاہتے ہیں، جب کہ غیر مخلصین کو اللہ سے اجر مطلوب نہیں ہوتا، وہ نکمی چیزوں کی خاطر سب کچھ دنیا ہی میں تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں، اعمال غارت کر لیتے ہیں۔

اگرچہ اس معیت نبوی میں تمام صحابہ کرامؓ آجاتے ہیں، مگر کچھ اہل نظر و فکر نے معہ سے مراد سیدنا ابو بکر صدیقؓ لیے ہیں، اشدآعلی الکفار کی صفت تمام صحابہ کرامؓ میں پائی جاتی تھی مگر بعض نے اس سے مراد حضرت عمر فاروقؓ لیے ہیں، رحمآء بینھم کی صفت سب صحابہ کرامؓ میں پائی جاتی ہے مگر بعض نے اس سے مراد حضرت عثمان غنیؓ لیے ہیں، رکوع اور سجدہ ریزیاں سبھی صحابہ کرامؓ کرتے تھے مگر بعض نے اس سے حضرت علی المرتضیٰؓ مراد لیے ہیں۔

اکثر و بیشتر سجدہ ریزیاں کرنے والوں کی پیشانیوں میں نشانہائے سجدہ ہوتے ہیں، یہی نشانی صحابہ کرامؓ کے ماتھوں پر بھی چمکا کرتی تھی، سجدے کا یہ نشان انہی لوگوں کے ماتھوں پر نمایاں دکھائی دیتا ہے جو لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں اور ان سجدوں میں وہ اپنی ذلت اور عاجزی اپنے رب کے سامنے کرتے ہیں۔

سیماھم سے بعض حضرات یہ مراد لیتے ہیں کہ یہ نشانی قیامت کے دن دیکھی جائے گی، بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ نشانی وہ نور اور سفیدی ہوگی جس کے باعث قیامت کے دن یہ لوگ پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ ہی کے لیے سجدے کیے تھے، کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے چہروں کے مقامات چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔

بعض اہل نظر یہ کہتے ہیں کہ یہ نشانی دنیا میں ظاہر ہوتی ہے، اس لیے ان کے چہرے دن کو چمک رہے ہوتے ہیں کیونکہ رات کو یہ لوگ بہت ہی کثرت سے نمازیں پڑھتے ہیں۔ بعض یہ فرماتے ہیں کہ یہ نشانی حسن و جمال، خشوع اور تواضع کا اظہار کرتی ہے۔

ابن عباسؓ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو یہ وہ چیز نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کی نشانی ہے، یہ اسلام کی خصلت اور طبیعت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ

سجدے اسے خاشع (اللہ سے ڈرنے والا) اور خوبصورت بنادیتے ہیں جس کی بدولت یہ پہچانے جائیں گے، بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے چہروں کی صفائی ہے جو راتوں کو جاگتے رہتے ہیں۔

دو قسم کے لوگ چہروں سے پہچانے جاتے ہیں، ایک وہ لوگ جو راتوں کو نماز اور عبادت کے لیے جاگتے ہیں، دوسرے وہ لوگ جو رات کو لہو ولعب کے لیے جاگتے ہیں، جب صبح ہوتی ہے تو دونوں میں نمایاں فرق دکھائی دیتا ہے۔

نمازی، عبادت گزار اور تہجد گزار کے چہرے پر نور اور روشنی چمک رہی ہوتی ہے جب کہ غلط کاریوں اور لہو ولعب میں رات گزاری کرنے والے شخص کے چہرے پر نحوست اور تاریکی نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

بعض باریک بینوں نے یہاں تک کہا ہے کہ یہ نشانات ان کے چہروں پر دکھائی دیتے ہیں جو کپڑے کی بجائے مٹی پر سجدے کرتے ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اس نشانی میں ہر وہ شخص داخل ہے جو پنجگانہ نمازوں کی حفاظت کرتا ہے، پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے۔

ان میں سے کسی بھی صفت کا تجزیہ کیا جائے، ایک ایک وصف کو پرکھا اور تحقیق و تفتیش کی مشینوں سے گزارا جائے تو صحابہ کرام ؓ کے اندر یہ ساری صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں، ان کی مثالیں ان کی آمد سے پہلے تورات میں موجود تھیں، ان کی یہ امتیازی شانیں انجیل میں موجود تھیں، پہلی کتابوں میں ان کے تذکرے موجود تھے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ یہاں لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی جو علامت اوپر بیان فرمائی ہے کہ سجدوں اور نمازوں کا نور ان کی پیشانیوں کی علامت ہے اس

آیت میں فرمایا کہ ان کی یہی مثال تورات میں بیان کی گئی ہے پھر فرمایا کہ انجیل میں ان کی ایک اور مثال یہ دی گئی ہے کہ وہ ایسے ہیں جیسے کوئی کاشتکار زمین میں بیج اگائے تو اول وہ ایک ضعیف سی سوئی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے پھر اس میں شاخیں نکلتی ہیں پھر وہ اور قوی ہوتا ہے پھر اس کا مضبوط تنہ بن جاتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے اصحابؓ شروع میں بہت کم تھے۔ ایک وقت ایسا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے سوا صرف تین مسلمان تھے مردوں میں صدیق اکبرؓ، عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، بچوں میں حضرت علیؓ پھر رفتہ رفتہ ان کی قوت بڑھتی رہی یہاں تک کہ حجتہ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج میں شریک ہونے والوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب بتلائی گئی ہے۔

اس آیت میں تین احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ فی التوراۃ پر وقف کیا جائے اور پچھلی مثال یعنی چہروں کا نور، یہ علامت تورات کے حوالہ سے بیان ہوئی آگے مثلھم فی الانجیل پر وقف نہ کریں بلکہ ملا کر پڑھیں تو معنی یہ ہوں گے کہ صحابہؓ کی مثال انجیل میں اس کھیتی یا درخت کی ہے جو شروع میں نہایت کمزور ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ قوی تناور ہو جاتا ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ فی التوراۃ پر وقف نہ ہو بلکہ فی الانجیل پر وقف کیا جائے تو معنٰی یہ ہوں گے کہ سابقہ نشانی چہروں کے نور کی تورات میں بھی ہے انجیل میں بھی اور آگے کزرع کی مثال کو ایک الگ مثال قرار دیا جائے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ فی التوراۃ پر کلام ختم ہو نہ فی الانجیل پر اور لفظ ذلک اگلی مثال کی طرف اشارہ ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ تورات وانجیل دونوں میں صحابہ کی مثال زرع یعنی کھیتی کی دی گئی ہے۔ اگر اس زمانہ میں تورات وانجیل اپنی اصلی حالت

میں ہوتیں توان کو دیکھ کر مراد قرآنی متعین ہو جاتی لیکن ان میں تحریفات کا سلسلہ بے حد و بیشمار رہا ہے اس لئے کوئی یقینی فیصلہ نہیں ہو سکتا، مگر اکثر حضرات مفسرین نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے جس میں پہلی مثال تورات میں اور دوسری انجیل میں ہونا معلوم ہے۔

امام بغویؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کی یہ مثال انجیل میں ہے کہ شروع میں قلیل ہوں گے پھر بڑھیں گے اور قوی ہوں گے جیسا کہ حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کی یہ مثال انجیل میں لکھی ہوئی ہے کہ " ایک قوم ایسی نکلے گی جو کھیتی کی طرح بڑھے گی اور وہ نیک کاموں کا حکم اور برے کاموں سے منع کیا کرے گی (مظہری)

موجودہ زمانہ کی تورات و انجیل میں بھی بے شمار تحریفات کے باوجود اس کی پیشین گوئی کے حسب ذیل الفاظ موجود ہیں، تورات باب استثناء ۱۲۳۔ ۱تا۳ کے یہ الفاظ ہیں۔

خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی وہ اپنے لوگوں سے بڑی محبت رکھتا ہے اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں اور وہ تیرے قدموں کے پاس بیٹھے ہیں تیری بات مانیں گے (معارف القرآن)

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں، فتح مکہ کے وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد دس ہزار تھی جو فاران سے طلوع ہونے والے اس نورانی پیکر کے ساتھ شہر خلیل میں داخل ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہو گی کے لفظ سے اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ وہ اپنے لوگوں سے محبت کرے گا کے لفظ سے

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کا مضمون سمجھا جاتا ہے اس کی پوری تفصیل مع دوسرے حوالوں کے اظہار الحق جلد سوم باب ششم ص ۲۵۶ میں ہے یہ کتاب عیسائیت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے پادری فنڈر کے مقابلہ پر تحریر فرمائی تھی اس کتاب میں انجیل کی تمثیل کا اس طرح ذکر ہے۔

انجیل متی باب ۱۳ آیت ۳۱ میں یہ الفاظ ہیں۔ اس نے ایک اور تمثیل ان کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہی اس رائی کے دانہ کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بو دیا، وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔

اور انجیل مرقس ۴: ۲۶ کے یہ الفاظ ہیں جو الفاظ قرآنی کے زیادہ قریب ہیں، اس نے کہا کہ خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے اور رات کو سوئے دن کو جاگے اور وہ بیج اس طرح آگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے، پہلے پتی پھر بالیں پھر بالوں میں تیار دانے پھر جب اناج پک چکا تو وہ فی الفور درانتی لگاتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا (اظہار الحق جلد ۳) باب ششم ص ۳۱۰ آسمان کی بادشاہی سے مراد نبی آخر الزماں کا ہونا انجیل کے متعدد مقامات سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ، یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو ان صفات کمال کے ساتھ مزین فرمایا اور ان کو ضعف کے بعد قوت، قلت کے بعد کثرت بخشی، یہ سب کام اس لئے ہوا تاکہ ان کو دیکھ کر کافروں کو غیظ ہو اور وہ حسد کی آگ میں جلیں۔

حضرت ابو عروہ زبیریؒ فرماتے ہیں کہ

ہم حضرت امام مالکؒ کی مجلس میں حاضر تھے ایک شخص نے بعض صحابہ کرامؓ کی تنقیص کے کچھ کلمات کہے تو امام مالکؒ یہ آیت پوری تلاوت کر کے جب لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ پر پہنچے تو فرمایا کہ جس شخص کے دل میں صحابہ کرامؓ میں سے کسی کے ساتھ غیظ ہو تو اس آیت کی وعید اس کو ملے گی (قرطبیؒ)

حضرت امام مالکؒ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہو جاوے گا مگر یہ فرمایا کہ یہ وعید اس کو بھی پہنچے گی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کافروں جیسا کام کرنے والا ہو جائے گا۔ (معارف القرآن)

مہاجرینؓ اور انصارؓ

اللہ تعالیٰ نے مہاجرؓ اور انصار صحابہ کرامؓ کی شان و منقبت قرآن کریم میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيارِهِمْ وَأَمْوالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْواناً، وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ. وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هاجَرَ إِلَيْهِمْ، وَلا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حاجَةً مِمَّا أُوتُوا، وَيُؤْثِرُونَ عَلى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كانَ بِهِمْ خَصاصَةٌ، وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿الحشر۹،۸﴾

(نیز یہ مال فیئ) ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے بے دخل کیا گیا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو راست باز ہیں۔ (اور یہ مال فیئ) ان لوگوں کا حق ہے جو پہلے ہی سے اس جگہ (یعنی مدینہ میں)

ایمان کے ساتھ مقیم ہیں۔ جو کوئی ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے یہ اس سے محبت کرتے ہیں، اور جو کچھ ان (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے، یہ اپنے سینوں میں اس کی کوئی خواہش بھی محسوس نہیں کرتے، اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔ اور جو لوگ اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ ہو جائیں، وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

مہاجر وہ صحابہؓ جنہیں کافروں نے مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کیا، اور وہ اپنے گھروں اور جائیدادوں سے محروم ہو گئے۔

ان آیات میں انصار کا ذکر ہے اور انصار وہ صحابہ کرامؓ کہلاتے ہیں جو مدینہ منورہ کے اصل باشندے تھے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو مدینہ میں لانے میں واضح کردار ادا کیا اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آنے والے مہاجرین کی مدد و نصرت کی۔

ان آیات میں صحابہ کرامؓ کی ایثار اور قربانی کا تذکرہ ہے، جو ان کی نمایاں صفات میں سے ہے مگر روایات کے مطابق ایک صحابی (حضرت ابو طلحہؓ کا خاص طور پر ذکر آیا ہے جن کے گھر میں کھانا بہت تھوڑا سا تھا، پھر بھی جب آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ وہ کچھ مہمانوں کو اپنے گھر لے جائیں، اور انہیں کھانا کھلائیں تو یہ کچھ مہمان اپنے ساتھ لے گئے، اور ان کی تواضع اس طرح کی کہ خود کچھ نہیں کھایا، اور چراغ بجھا کر مہمانوں کو بھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ کچھ نہیں کھا رہے۔ اس آیت میں ان کے ایثار کی بھی تعریف فرمائی گئی ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں، طعن و تشنیع کے نشتر چلانے والوں کو ان آیات پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے، جن میں اللہ تعالیٰ صحابہ

کرامؓ کے اوصاف کریمانہ کا ذکر فرما رہے ہیں ان کے اسلام میں داخل ہونے اور پھر ہجرت کر کے مال و وطن کو چھوڑنے کی کوئی دنیاوی غرض نہ تھی، بلکہ صرف اللہ کا فضل و رضا مطلوب تھی، جس سے ان کا کمال اخلاص معلوم ہوا۔

لفظ فضل عام طور پر دنیوی نعمت کے لئے اور رضوان اخروی نعمت کے لئے بولا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں نے اپنے تمام پچھلے اسباب عیش، مکان، جائیداد وغیرہ کو تو چھوڑ دیا، اب دنیاوی ضروریات بھی اور آخرت کی نعمتیں بھی صرف اسلام کے سایہ میں مطلوب تھیں اور دنیا کی ضروریات زندگی بھی اللہ و رسول کی رضا کے تحت حاصل کرنا مقصود تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرات مہاجرین کا ایک وصف یہ بیان فرمایا کہ یہ سب کام انہوں نے اس لئے اختیار کئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کریں، اللہ کی مدد سے مراد اس کے دین کی مدد ہے، جس میں انہوں نے حیرت انگیز قربانیاں پیش کیں۔

یہاں پر قرآن کریم نے حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں ایک فیصلہ کن اعلان فرمایا کہ یہ لوگ قول و عمل کے سچے ہیں، کلمہ اسلام پڑھ کر جو عہد اللہ و رسول ﷺ سے باندھا تھا اس میں بالکل پورے اترے، اس آیت نے تمام صحابہ مہاجرین کے صادق ہونے کا عام اعلان کر دیا، جو شخص ان میں سے کسی کو جھوٹا قرار دے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ اس آیت کا منکر ہے۔

معاذ اللہ، روافض جو اِن حضرات کو منافق کہتے ہیں یہ اس آیت کی کھلی تکذیب ہے، ان حضرات مہاجرین کا اللہ کے رسول ﷺ کے نزدیک یہ مقام تھا کہ اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے ان فقراء مہاجرین کا وسیلہ دے کر دعا فرماتے تھے، کمار واہ (البغوی، مظہری)

ان مہاجرین کا مرتبہ اور مقام کوئی تاجدار مدینہ ﷺ سے پوچھے کہ آپ ﷺ کے ہاں یہ کیا مقام رکھتے تھے، تفسیر بغوی میں روایت ہے

أَنَّهُ كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ«تفسیربغوی»

نبی کریم ﷺ مہاجر فقراء کے وسیلہ سے دعامانگا کرتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

أَبْشِرُوا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ، وَذَلِكَ مِقْدَارُ خَمْسِمِائَةِ سنة

اے فقراء مہاجرین کی جماعت! تمہیں قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری ہو تم لوگ امیروں سے آدھادن پہلے جنت میں داخل ہوگے اور یہ آدھادن پانچ سو سال کی مسافت ہے۔(تفسیر بغوی)

اللہ تعالٰی اپنے راستے میں ہجرت اور جہاد کرنے والے صحابہ کرامؓ کی شان ومنقبت یوں بیان فرماتے ہیں، ارشاد ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهاجَرُوا وَجاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا، لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ «الانفال ۷۴»

اور جو لوگ ایمان لے آئے، اور انہوں نے ہجرت کی، اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، وہ اور جنہوں نے انہیں آباد کیا اور ان کی مدد کی وہ سب صحیح معنوں میں مومن ہیں۔ ایسے لوگ مغفرت اور باعزت رزق کے مستحق ہیں۔

وہی سچے مومن ہیں، بلکہ وہی مومن ہیں، کے الفاظ پر غور کریں۔ گویا ایمان کی حقیقی صورت یہی ہے۔ اور اسی صورت میں اور اسی شکل میں حقیقی دین نشوونما پاتا

ہے۔ دین اسلام کی حقیقت محض اعلانِ نظریہ سے وجود میں نہیں آتی۔ نہ مجرد عقیدے کو قبول کر لینے سے دین کی حقیقت وجود میں آجاتی ہے، نہ صرف دین کے شعائر اور مراسم عبودیت کے بجالانے ہی سے دین وجود میں آجاتا ہے۔ یہ دین ایک ایسا نظام حیات ہے اور وہ عملاً تب ہی وجود میں آتا ہے کہ جب وہ اجتماعی تحریکی معاشرے کی شکل میں وجود میں آئے۔ صرف عقیدے کی صورت میں اقرار سے حکماً تو دین وجود میں آجاتا ہے لیکن حقیقتاً وجود میں نہیں آتا۔ حقیقتاً تب وجود میں آتا ہے جب وہ ایک عملی تحریکی معاشرے اور اجتماعیت کی شکل اختیار کرے۔

ایسے ہی لوگ سچے، پکے، کھرے اور سُچے مومن ہیں اور ان کے لیے مغفرت اور ان کے رب کے پاس عزت والا رزق ہے۔ یہاں رزق کریم کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہاں جہاد فی سبیل اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، پناہ گاہ کی فراہمی اور امداد کی فراہمی اور دوسری مشکلات کا موضوع چل رہا ہے اور ان سب کاموں کے اوپر اجر وصلہ اللہ کی مغفرت ہے جو عظیم انعام اور مہمان نوازی ہے۔ (ظلال القرآن

انسان غور کرے کہ رب العالمین نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ اس وقت رضامندی کا اعلان فرمایا جب وہ ببول کے درخت تلے حدیبیہ کے مقام پر نبی کریم ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کر رہے تھے، ارشاد فرمایا

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ ما فِي قُلُوبِهِمْ، فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ، وَأَثابَهُمْ فَتْحاً قَرِيباً «الفتح ١٨»

یقیناً اللہ ان مومنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا۔ اس لیے اس نے ان پر سکینت اتار دی، اور ان کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرمادی۔

اس آیت کریمہ میں بیعت رضوان کا ذکر ہے حضرات صحابہ کرامؓ سے حدیبیہ کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے اس بات پر بیعت لی تھی کہ جنگ ہونے کی صورت میں ہم ہر طرح سے آپ کا ساتھ دیں گے پیچھے نہیں ہٹیں گے، جم کر لڑیں گے اللہ جل شانہٗ نے اعلان فرمادیا کہ جن ایمان والوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

یہ کس قدر سعادت کی بات ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا تمغہ مل گیا، رہتی دنیا تک کے لیے قرآن پڑھنے والے تمام اشخاص و افراد کے سامنے بار بار اعلان سامنے آتا رہے گا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام بیعت کرنے والوں سے راضی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انشاءاللہ دوزخ میں ان لوگوں میں سے کوئی بھی داخل نہ ہوگا جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت کی۔

اس بیعت میں چودہ سو صحابہ کرامؓ نے عہد کیا جن میں خلفاء راشدینؓ بھی شریک تھے چونکہ حضرت عثمانؓ جو خلیفہ راشد ہیں وہ مکہ میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے، اس طرح اس بیعت رضوان میں چاروں خلفاء راشدین شریک تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام صحابہ کرامؓ کو جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر درخت کے نیچے بیعت کی تھی ان کے متعلق فرمایا ہے کہ

"اللہ ان سے راضی ہو گیا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی"

فرمایا کہ اللہ کو صحابہ کرامؓ کے جذبے اور خلوص کا اچھی طرح علم تھا اس لئے اللہ نے ان پر '' سکینہ '' نازل فرمایا یعنی اس بے سکونی، مایوسی اور گھبراہٹ کے وقت ہر طرح کے اضطراب اور پریشانی کے مقابلے کے لئے ان کے دلوں میں اطمینان و سکون پیدا فرمادیا اور اس واقعہ کو بہت قریبی فتح کی بنیاد بنادیا۔

اس میں فتح مکہ اور فتح خیبر کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ اب تم بہت جلد (فتح خیبر کے ذریعہ) بہت سامال غنیمت بھی حاصل کروگے اور بہت جلد مکہ فتح ہو کر ہر طرف دین اسلام کا فروغ ہو گا جس سے ہزاروں فائدے اور مال غنیمت ہاتھ آئے گا۔

اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک بڑا نازک وقت تھا کیونکہ مدینہ منورہ کے سب لوگ حدیبیہ میں موجود تھے مدینہ منورہ خالی تھا یہود اور مشرکین کے قبیلے ان پر چڑھائی کر سکتے تھے۔

ادھر جو صحابہ کرامؓ عرب کے رواج کے مطابق صرف ایک ایک تلوار ہاتھ میں لے کر عمرہ کی نیت سے آئے تھے اور کفار کے بنائے گئے گڑھ کے قریب تھے وہ کفار ان پر حملہ کر کے ان کو شدید نقصان پہنچا سکتے تھے لیکن اللہ نے ان کفار کو اس طرف سوچنے کا موقع ہی نہ دیا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھا یہ بھی اللہ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت تھی۔

کیونکہ اللہ کی یہ مشیت تھی کہ وہ اہل ایمان کے خلوص اور ہمت و طاقت کو ایک نشانی بنادے اور ان کو ہدایت کے جو بھی مقام اور مرتبے حاصل تھے ان میں اور اضافہ و ترقی فرمادے۔

اللہ نے ساتھ ہی ساتھ اس بات کی خوش خبری بھی عطا فرمادی کہ اس صبر و تحمل اور سکینہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں ان علاقوں پر بھی فتح و نصرت عطا فرمائے

گا جو ابھی تک مسلمانوں کے ہاتھ میں تو نہیں آئے لیکن اللہ نے ان کو گھیر لیا ہے اور بہت جلد وہ اہل ایمان کو عطا کر دیئے جائیں گے کیونکہ اس کائنات میں ساری طاقت وقدرت صرف اللہ کے لئے ہے۔(تفسیر بصیرت قرآن)

جھوٹ موٹ بول کر مفادات سمیٹنے والے منافقین کے طرز عمل کی مذمت کرتے ہوئے ان کے جھوٹ کو بے نقاب کیا گیا، جب کہ صحابہ کرامؓ کے مخلصانہ اور واضح موقف کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی، انہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا مشورہ دیا گیا، انہیں ہمیشہ سچوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا، قرآن کریم میں ارشاد ہے

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿التوبہ ۱۱۸﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے ساتھ رہو جن کی نیتیں خالص ہیں، دل بے لوث ہیں اور اعمال میں اخلاص ہے۔ اخلاص اور سچے ارادہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تبوک کو نکلے ہیں۔ منافقوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہیں دیا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے الصادقین کی تفسیر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کی، یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہو۔ ضحاکؒ نے کہا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ

اور ان حضرات کے ساتھیوں کے ساتھ رہنے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول آیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہو۔

حضرات مہاجرینؓ اور حضرات انصارؓ اور ان کے سچے پیروکاروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے پروانہ رضا جاری فرماتے ہوئے اعلان کیا

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهاجِرِينَ وَالْأَنْصارِ، وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسانٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهارُ خالِدِينَ فِيها أَبَداً، ذلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿التوبہ ۱۰۰﴾

اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے، اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔

مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے کفار، مشرکین اور منافقین کے ہاتھوں وہ اذیتیں برداشت کیں جن کے تصور سے بھی روح کانپ اٹھتی ہے۔ مکہ مکرمہ کی زمین ان پر تنگ کر دی گئی تو وہ مکہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ پہلے حبشہ اور مختلف مقامات کی طرف ہجرت فرمائی اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اللہ کے حکم سے مکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا تو تمام صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ کی طرف سمٹنے اور جمع ہونا شروع ہو گئے۔

مدینہ منورہ کے وہ خوش نصیب جن کو ایمان کی دولت نصیب ہو چکی تھی ان کو نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا میزبان اور انصار بننے کا شرف حاصل ہوا ان انصارؓ و مہاجرینؓ نے ایک دوسرے کے لئے وہ ایثار و قربانی پیش کی جس کی مثال تاریخ انسانی میں مشکل سے مل سکے گی۔

ان بے سر و سامان انصار و مہاجرین پر جنگیں مسلط کی گئیں تو انہوں نے اس زبردست امتحان میں بھی بے جگری کا عظیم مظاہرہ فرمایا۔ مکہ اور مدینہ میں انصار و مہاجرین نے جن مشکلات کو برداشت کیا اور کفار و مشرکین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا وہ درجہ اور مقام ان کو نہیں دیا جا سکتا جو ان کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے ان نیک اور مقدس ہستیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین اسلام کی سربلندی کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا اور جنگ و امن میں بھرپور کردار ادا کیا ان کا مقام ان سے بلند تر ہے جو ان کے بعد دین اسلام کی عظمت کو قبول کرنے والے تھے۔

اور اسی طرح یہ سلسلہ ایک کے بعد دوسرے تک تا قیامت جاری رہے گا۔ ان کے درجات کی بلندی ان کے جذبوں اور ایثار کے مطابق متعین ہوتی جائے گی۔ مگر ایک بات میں سب شریک ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا، ان کے ایمانی جذبوں کو قبول کر لیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یعنی تقدیر کے ہر فیصلے کو انہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کے طور پر قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مخلصین کے لئے دنیا کی عزت اور جنت کی ابدی راحتوں کو مقدر فرما دیا ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (بصیرت)

ہم بات کو سمجھنے کے لئے ان مومنوں کو جنہوں نے ابتداء میں دین اسلام کو قبول کیا اور ان کے بعد آنے والوں نے ایمان کی روشنی کو حاصل کیا۔ دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

① سب سے پہلے ایمان والے ②ان کے بعد ان کی تقلید کرتے ہوئے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ان دونوں کے درجات میں واضح فرق موجود ہے۔

① السابقون الاولون من المهاجرین و الانصار انصار و مہاجرین میں سے دین اسلام کی سربلندی کے لئے سب سے پہلے آگے بڑھنے والے جاں نثار صحابہ کرامؓ ان کا سب سے بڑا مقام ہے۔

② والذین اتبعوهم باحسان :ان سے مراد وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے دین اور اخلاق و اعمال کی بلندی میں ان لوگوں کی تقلید کی ہے جو ان کے راستے پر چلے ہیں جو ان سے پہلے نبی کریم ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین پر یمان لا چکے تھے۔

ان دونوں کو اور ان لوگوں کو جو ان کے راستے پر ان کی طرح چلنے والے ہیں یہ اللہ کی رضا و خوشنودی میں دونوں برابر ہیں۔(تفسیر بصیرت قرآن)

جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات دنیوی میں دین اسلام کو قبول کر لیا تھا۔یا وہ دوسرے لوگ جو ان صحابہ کرامؓ کے راستے پر چلتے ہوئے قیامت تک آتے رہیں گے ان کے مقام کو سمجھنے کے لئے مفسرینؒ کی رائے کو سامنے رکھا جائے تو اس آیت اور اس بات کو سمجھنے میں بہت سہولت ہو گی۔

① بعض مفسرینؒ نے السابقون الاولون سے مراد ان صحابہ کرامؓ کو لیا ہے جو غزوہ بدر سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔

② بعض مفسرینؒ یہ فرماتے ہیں کہ ان سے مراد وہ صحابہ کرامؓ ہیں جو صلح حدیبیہ تک ایمان لا چکے تھے۔

③ بعض مفسرینؒ کی رائے یہ ہے کہ ان سے مراد وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے دو قبلوں کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کی تھیں یعنی بیت

المقدس اور مسجد الحرام کی طرف منہ کر کے جنہوں نے تحویل قبلہ سے پہلے پہلے نمازوں کو ادا کیا تھا۔

④ بعض کے نزدیک " السابقون الاولون " وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے بیعت رضوان سے پہلے ایمان قبول کرلیا تھا اس طرح " والذین اتبعوھم باحسان " سے مراد کون لوگ ہیں اس میں بھی مفسرین سے مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں مگر وہ بات سب سے بہتر ہے کہ ان سے مراد اللہ و رسول ﷺ کی فرماں برداری کرنے والے صحابہ کرامؓ اور مومنین، تابعین، تبع تابعین اور قیامت تک آنے والے اہل ایمان ہیں۔ یہ خوش خبری ان سب کے لئے ہے۔ (تفسیر بصیرت قرآن)

اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اولین مخاطبین کو معتدل امت قرار دیا، جس کا سب سے پہلا مصداق حضرات صحابہ کرامؓ ہی تھے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَسَطاً «البقرہ ۱۴۳»

اور (مسلمانو) اسی طرح تو ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے امت کے اولین طبقے یعنی صحابہ کرامؓ کو وَسَط قرار دیا ہے، وَسَط کا معنٰی معتدل، بہترین اور عدول ہے، اس آیت کا بہترین مصداق بلکہ حقیقی مصداق صحابہ کرامؓ ہی تھے، جو تمام امتوں میں بہترین تھے، تمام امتوں میں اپنے اقوال، اپنے اعمال، اپنے عزائم، اپنی نیتوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ عادل تھے۔

ان کی یہی شان امتیازی ہے کہ وہ اس بات کے مستحق قرار پائے کہ وہ بروز محشر حضرات انبیاء کرامؑ کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی امتوں کو اللہ کا دین سنایا اور سکھایا تھا اور پھر ان کا یہ مقام امتیاز ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ان کے حق میں ان کی گواہی قبول بھی فرمائے گا، گویا کہ یہ لوگ خدائی گواہ ہوں گے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا مرتبہ اور مقام بلند کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس امت کے اولین کو بہترین امت قرار دیا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ، وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ «ال عمران ۱۱۰»

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے نفع کے لیے نکالے گئے ہو، تم لوگ نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس خطاب میں صحابہ کرامؓ بدرجہ اولیٰ مخاطب ہیں، وہ لوگ اللہ پر ایمان رکھتے تھے اور ایمانی کیفیات کے ساتھ لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے اور ہر برائی سے لوگوں کو روکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اولین طبقے صحابہ کرامؓ کو راہ حق میں کماحقہ جہاد کرنے کا حکم فرمایا،اللہ نے ان خوش نصیبوں کاانتخاب فرمایا،اس کاذکر یوں کیا

وَجاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهادِهِ هُوَ اجْتَباكُمْ، وَما جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْراهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هذا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيداً عَلَيْكُمْ، وَتَكُونُوا شُهَداءَ عَلَى النَّاسِ «الحج ۷۸»

اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو، جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔اس نے تمہیں (اپنے دین کے لیے) منتخب کرلیا ہے، اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔اپنے باپ ابراہیم کے دین کو مضبوطی سے تھام لو،اس نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا، اور اس (قرآن) میں بھی، تاکہ یہ رسول تمہارے لیے گواہ بنیں، اور تم دوسرے لوگوں کے لیے گواہ بنو۔

اِجتباء اور اِصطفاء دونوں کا ایک معنٰی ہے، یہ باب افتعال کی مصدر ہے، اجتباء کا معنٰی ہے کسی چیز کو اپنی طرف ملانا یا اپنی طرف کھینچنا، اس معنٰی کی گہرائی میں جا کر دیکھا جائے کہ حضرات صحابہ کرامؓ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے چن لیا ہے، اپنی طرف جذب کرلیا ہے، ان کو اپنے اَھل قرار دیا ہے، اپنے خاص لوگ قرار دیا ہے، اپنی مخلوق میں انبیاء کرامؑ اور مرسلینؑ کے بعد یہی وہ محبوب اور پسندیدہ طبقہ ہے جسے اللہ نے چن لیا ہے۔

جب رب تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کا انتخاب فرمایا تو انہیں حکم دیا کہ وہ میری راہ میں کماحقہ جہاد کریں، اپنی جان لگادیں، اپنی محبت اور مرکز نگاہ کا مستحق، بندگی اور

عبادت کے لائق اللہ ہی کو خیال کریں، وہ لوگ بھی دوسروں کے مقابلے میں اللہ ہی کو پسند کریں جس طرح اس نے دوسروں کے مقابلے میں انہیں پسند کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے انتخاب اور اصطفاء کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ اپنے اللہ کو ہی اپنا الٰہ اور اپنا حقیقی معبود بنائیں اور مانیں، وہ اپنے معبود کو اپنی زبانوں، اپنے جوارح، اپنے دلوں، اپنی محبتوں اور اپنے ارادوں میں قریب کرلیں، وہ اس کی ذات کو ہر کسی پر ترجیح دیں، جس طرح اس نے انہیں اپنا بندہ، اپنا دوست اور اپنا محبوب بنایا ہے اور ان کو باقیوں پر ترجیح دی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو باور کرایا ہے کہ جو دین میں نے ان کے لیے پسند کیا ہے وہ انتہائی آسان ہے، اس میں کوئی تنگی اور تکلیف کی بات نہیں ہے، یہ ساری باتیں اس لیے ان سے کی گئیں کہ اسے ان کے ساتھ محبت ہے، وہ ان پر مہربان ہے، وہ ان پر رحیم ہے۔

پھر رب تعالیٰ کی صحابہ کرامؓ کے ساتھ محبت کا ہی یہ تقاضا تھا کہ انہیں حکم دیا وہ اپنے باپ حضرات ابراہیمؑ کی ملتِ حنیفی کے پیروکار رہیں، اسی کی اِتباع کرتے رہیں، اس دین حنیفی میں اکیلے اللہ کی بندگی اور عبادت کی جاتی تھی، اللہ ہی کی تعظیم کا خیال رکھا جاتا تھا، اللہ ہی سے محبت رکھی جاتی تھی، اللہ ہی سے ڈرا جاتا تھا، اللہ ہی سے امید رکھی جاتی تھی، اللہ ہی پر بھروسہ اور توکل کیا جاتا تھا، اللہ ہی کی طرف رجوع کیا جاتا تھا، سارے معاملات اللہ ہی کے سپرد کیے جاتے تھے، اس دین میں دل سے اللہ کے ساتھ تعلق رکھا جاتا تھا، تم بھی اسی طرح کرو۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے اِجتباء اور اِصطفاء کا مزید ذکر فرما کر ان کی عظمت شان، مرتبہ اور مقام کو مزید چار چاند لگا دیے، ارشاد فرمایا

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى ﴿النحل ۵۹﴾

فرمادیجیے، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اس کے چنے ہوئے بندوں پر سلام۔

مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

أَصحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اِصطَفَاهُمُ اللّٰهُ لِنَبِيِّهِ عَلَيهِ السَّلَامُ

اَصحاب محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے چن لیا۔

یہ چیدہ اور چنیدہ آیاتِ عظیمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات صحابہ کرامؓ پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ان کی عدالت پر گواہی دے رہی ہیں، ان لوگوں نے جس جرأت اور جانفشانی سے صفاء پہاڑی کے دامن میں موجود حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ کے دولت خانہ سے دعوت اسلام کی ابتدا کی اس کی انتہاء مدائن کی فتح پر ہوئی تھی۔

جب صحابہ کرامؓ کے فضائل اللہ تعالیٰ بیان کرے، صحابہ کرامؓ کو اللہ امت وَسَط اور خیر امت قرار دے، اللہ انہیں اِجتباء اور اِصطفاء جیسے تمغوں سے نوازے، اللہ انہیں رضا کے پروانے دے، اللہ انہیں اپنے حبیب کے یمین ویسار کھڑا کر دے تو پھر یقیناً انگلی توان لوگوں کی طرف اٹھے گی جو ان پر طعن و تشنیع کے نشتر چلائیں گے، ان کے خلاف زبانیں کھولیں گے، ان کے خلاف بکواسات کریں گے، ان پر تبرہ بازی کریں گے، تبرہ بازوں پر پھر اسی انداز میں لعنت کے ڈونگرے برسائے جائیں گے جس قدر وہ ان پاکیزہ ہستیوں کو اپنے الزامات اور اتہامات کا ہدف ونشانہ بنائیں گے۔

دُشمنانِ صحابہؓ کا اولین مقصد قصر اسلام کو گرانا ہے، وہ براہ راست نبی کریم ﷺ پر تنقید کے نشتر چلائیں گے تو فوراً پکڑے جائیں گے اس لیے انہوں نے بڑی باریک بینی سے فیصلہ کیا کہ عمارت اسلام کو منہدم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنے مونہوں کی پھونکوں سے چراغ اسلام کو بجھائیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیریں سب کے مکر و دجل کا صفایا کر دیتی ہیں وہ اپنے نور کو اتمام بخشتا ہے اگرچہ کافر ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تمام صحابہ کرام کو جنتی قرار دیا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا «۹۵» دَرَجَاتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا «۹۶»النساء

جن مسلمانوں کو کوئی معذوری لاحق نہ ہو اور وہ (جہاد میں جانے کے بجائے گھر میں) بیٹھ رہیں وہ اللہ کے راستے میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں ہیں۔ جو لوگ اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں ان کو اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے۔ اور اللہ نے سب سے اچھائی کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دے کر بڑا ثواب بخشا ہے۔

اللہ کے راستہ میں لڑنے والے، جرأت ایمانی کے ساتھ جان لڑانے والے مجاہدین صحابہ کرامؓ کو اللہ نے بڑی شان، بڑا مرتبہ اور مقام عطا فرمایا ہے، بیٹھنے والوں پر انہیں ایک درجہ اونچا مقام عطا کیا ہے، پھر اللہ نے ان سب سے اچھائی کا وعدہ کیا ہے، حضرات مفسرین کرام یہاں فرماتے ہیں کہ الحسنیٰ سے مراد جنت ہے، گویا سب کے لیے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ ۞۞